منقبت

از غلام رسول قمبرانی (غرق)

دیپ جلائے بیٹھے ہیں وہ دیپ جلائے بیٹھے ہیں
بن کر ان کے ہم پروانے آس لگائے بیٹھے ہیں

عبدالحفیظ ہے سائیں ہمارا مرشد کامل پیارا پیارا
درد مسلم سینے میں ہر دم آپ سمائے بیٹھے ہیں

عمر رسیدہ جذبے جواں ہیں جودوسخا چہرے سے عیاں ہیں
علم و عرفاں حکمت خزینے مفت لٹائے بیٹھے ہیں

کوئی سمجھیں یا نہ سمجھیں بےجا باتوں میں کیوں الجھیں
وہ سادہ سی گفتگو میں راز بتائے بیٹھے ہیں

شانِ شریعت طرزِ طریقت دین و دنیا کی ہر حقیقت
عقل و فہم کے عین مطابق سب سمجھائے بیٹھے ہیں

لہجہ وہی ہے جو ہے ولی کا احد و احمد اور علی کا
احکامِ الٰہی عمل میں لاکر کر کے دکھائے بیٹھے ہیں

ایک خدا اور ایک قرآن ہے نورِ محمد□ پر ایماں ہے
وعتصمو بحبل للہِ جمیعا درس سنائے بیٹھے ہیں

تن کی تاروں کےترنم میں ذکر جہر والے سرگم میں
اسمِ اعلےٰ سُر میں سجا کر ساز بجائے بیٹھے ہیں

کیوں نہ ان کے گن گائیں ہم پہچاں انہی کی بن جائیں ہم
وہ جو الا اللہ کی دھن میں دھوم مچائے بیٹھے ہیں

شام و سحر دن اور راتوں میں ساقی کوثر کی باتوں میں
بن مانگے یوں ہم پیاسوں کی پیاس بجھائے بیٹھے ہیں

پُرتار مچلتی لہروں سے وہ پُر آپ پگلتی نظروں سے وہ
لمحہ لمحہ جذب میں آکر دل بہلائے بیٹھے ہیں

مَئے جو کچھ ان سے ملتی ہے تاثیر مہینوں تک رہتی ہے
آنکھ سے واللہ وہ ایسا جام پلائے بیٹھے ہیں

جس وقت جھلک وہ دکھلاتےہیں مدہوش مگن سب ہوجاتے ہیں
ایسا منظر دیکھنے والے دید بسائے بیٹھے ہیں

ان کی فکر میں ہم ہی ہم ہیں لیکن دل میں غم ہی غم ہیں
صبروشکر کا تھام کے دامن ہنس مسکرائے بیٹھے ہیں

اپنے ہو یا کہ دشمن ہو، رستے سب ہی چاہے کٹھن ہو
راہِ خدا میں کانٹوں پر چل کر پھول بچھائے بیٹھے ہیں

سنتے تھے کل آج وہ دیکھا کرتے دلوں پر راج وہ دیکھا
نفسا نفسی کے جو عالم میں نفس مٹائے بیٹھے ہیں

کہتے ہیں کیا ہوتی ہے کرامت، ضبطِ کرامت ہی ہے کرامت
وہ تو تقویٰ کے پردے میں، خوب چھپائے بیٹھے ہیں

دورِ رواں کے غوث و قطب ہیں چرچا نہیں یہ مقامِ ادب ہے
ہے پس ان کی نظر کرم کہ پاس بلائے بیٹھے ہیں

شمع کی مانند خود کو جلا کر ہر سمت میں کرنوں کو پھیلا کر
شہر گجہ کے اک کونے میں بزم سجائے بیٹھے ہیں

ہر وقت جہاں تسکینِ دل ہو مسرور حسیں رنگیں محفل ہو
ہم تو ایسے ہی اک در پر سر کو جھکائے بیٹھے ہیں

میں ہوں قطرہ وہ ہے سمندر کوئی نہیں ہے ان سے بہتر
حُسن و ادا کے تہہ ساغر میں غرق بنائے بیٹھے ہیں